دین کی روح کے مطابق بلکہ ایک پسندیدہ امر ہے اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے دو ارشادات پیش خدمت ہیں۔

اعضاء کا عطیہ دینے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ اپنے اعضاء اور خون کا عطیہ دینا (دین) میں پسندیدہ ہے۔ لیکن وہ لوگ ہم سے متفق نہیں ہوں گے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد بھی اپنی اسی جسمانی حالت میں ہی اٹھائے جائیں گے۔ اور اگر کسی کی آنکھ کسی دوسرے شخص کو لگائی گئی تو عطیہ دینے والا بغیر آنکھ کے اٹھایا جائے گا۔ (الفضل 30 رجولائی 2000ء)

ایک اور سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا:

''یہ جائز ہے۔ آپ نے مزید فرمایا جہاں تک انسانی اعضاء کے عطیہ کا سوال ہے ایک شخص اگر کچھ ایسی قربانی کرے کہ اس کی زندگی کو خطرہ نہ ہو اور دوسرے کی زندگی بچا لے تو یہ یعینہ دینی روح کے مطابق ہے (۔) بعض لوگوں کو صرف یہ خطرہ ہوتا ہے اور مولویوں نے اسی وجہ سے فتویٰ دیا ہے کہ اگر آنکھیں نکال دیں تو قیامت کے دن اندھے اٹھیں گے۔ اپنی آنکھیں کسی اور کو لی ہوں گی۔ یہ خطرناک بے وقوفی ہے، آنکھوں نے کہاں رہنا ہے وہ نہ بھی دو گے تو گل سڑ جائیں گی۔ ہم نے تو مردوں کے پنجر اور لاشیں ڈیلوں کے بغیر دیکھی ہیں۔ ڈیلے کہاں دیکھے ہیں۔ آنکھوں کے ڈیلے غائب ہو جاتے ہیں اس لئے یہ فضول باتیں ہیں۔

(الفضل 13 مارچ 1998ء)

حضور کے مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نیک تحریک پر لبیک کہنے کی توفیق دے اور اس صدقہ جاریہ سے حصہ لینے والے بنائے۔ آمین

بقیہ صفحہ 4

اچانک میاں صاحب بول اٹھے۔

''حضور، یہ امتیاز ہے۔ برکات صاحب (مولانا برکات احمد صاحب راجیکی ابن حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی) کا لڑکا۔''

اور پھر مزید تعارف کے رنگ میں فرمانے لگے۔

''کرکٹ بہت اچھی کھیلتا ہے۔''

''پڑھتا بھی ہے؟'' آقا نے دریافت فرمایا۔

''جی حضور، کلاس میں فرسٹ آتا ہے۔'' میاں صاحب نے ازراہ شفقت حسن ظنی سے کام لیا۔ حضرت صاحب کی گہری محبت بھری نگاہ اور ہلکی سی مسکراہٹ میری روح کو ہمیشہ کے لئے سرشار کرگئی۔

یہ واقعہ میری نویں جماعت کا تھا۔ اب ہوا یہ کہ میٹرک کے امتحان تک پہنچتے پہنچتے میری توجہ پڑھائی سے ہٹ کر کھیل کود اور دیگر غیر نصابی مشاغل کی طرف زیادہ ہوگئی اور تعلیمی ترقی کا گراف نیچے کی طرف گرتا چلا گیا۔ اس کے برعکس میرے بعض دوسرے ہم جماعت بڑی توجہ اور انہماک سے آگے بڑھنے لگے۔ خدا خدا کر کے امتحانوں سے فارغ ہوئے۔ خیال تھا کہ اگر معمولی فرسٹ ڈویژن بھی آگئی تو غنیمت ہے۔ مگر جب نتیجہ نکلا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ میں تمام سکول میں اوّل تھا۔

میں سمجھتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے میرے بزرگ استاد کے حسن ظن کی لاج رکھ لی اور حضرت خلیفۃ المسیح کی محبت بھری نگاہ اور خاموش دعا کی قبولیت کا سامان پیدا فرما دیا۔

حضرت میاں جمونی صاحب کے وجود باجود کی سیرت وسوانح کے مختلف پہلوؤں پر بہت کچھ کہا اور لکھا جا سکتا ہے۔ مگر میرے نزدیک اس سے بڑھ کر آپ کا اعزاز اور کوئی نہیں کہ آپ کو امام الزمان کے اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے اپنی طویل عمر کے گویا ہر لمحے کو اس مقدس درخت کی نگہداشت ونگہبانی کے لئے وقف کئے رکھا۔ اس کی جڑوں کو اپنے خون جگر سے سینچا اور اس کی کونپلوں کی درد دل سے حفاظت کی۔ اس کے پتوں کو عرق روح سے غسل دیا اور اس کے پھلوں کی افزائش میں جاں گسل کئے رکھی۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول کا قیام بھی بظاہر تاریخ عالم کا ایک انتہائی معمولی اور غیر اہم واقعہ ہے۔ اپنی ظاہری ہیئت اور کیفیت وکمیت کے لحاظ سے دنیا کے ترازوؤں میں اس کا کوئی وزن نہیں۔ اپنی بے بضاعتی اور عاجزی کے باعث ظاہرداری کے چکاچوند ایوانوں میں اس کا کوئی مقام نہیں۔ اپنے وسائل وذرائع کے اعتبار سے بڑے بڑے درباروں میں اس کی رسائی نہیں۔ اپنی بے سروسامانی اور کم مائیگی کے سبب جغادری ناقدوں کی نگاہ میں اس کی کوئی اہمیت اور قدر وقیمت نہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھیں تو یہ تاریخ کے دھارے بدل دینے والا واقعہ ہے۔ جو اپنے اندر افتاد عالم کے رخ پلٹ دینے کا ولولہ رکھتا ہے۔ یہ اس مادر علمی کی داستان ہے۔ جس کی عاجز مٹی میں طوفانوں کے آگے بند باندھنے کا حوصلہ اور اس کی بظاہر ہلکی سی آنچ میں چٹانوں کو پگھلا دینے کا عزم ہے۔ اس کی معمولی ہوا بڑے بڑے ایوانوں کو لرزا دینے والے جھکڑوں کا پتہ دے رہی ہے اور اس کی کوکھ سے جنم لینے والے علم وعرفان اور ایمان وایقان کے نور، زمانے کی ظلمتوں کے لئے راستی اور آشتی کا پیغام ہے۔ بلاشبہ گھاس پھونس کی کچی چھتوں تلے اور پھٹے پرانے ٹاٹوں پر علم کی شمعیں روشن کرنے والا یہ مکتب اپنے اندر شوکت جہاں بانی اور قوت یزدانی کی وہ عظمتیں رکھتا ہے، جو اندھیروں کو اجالوں اور تاریکیوں کو روشنیوں میں بدلنے کا پیغام دے رہی ہیں۔ یہ بظاہر اس معمولی سی درسگاہ اور ایک عاجز مدرسے کی کہانی ہے جس میں جلنے والی بے حقیقت قندیلیں، دنیا کی عظیم یونیورسٹیوں کے فلک بوس مناروں کو جگمگانے کے ارادے لئے ہوئے ہیں۔

مستقبل کا منصف مزاج مؤرخ جب اس داستان کو رقم کرے گا اور اپنے حقیقت شناس تجربے سے اس وقوع کو پرکھے گا تو عظمت کے ان عظیم الشان مناروں کی بلند وبالا چوٹیوں پر جن ستاروں کو نمایاں طور پر چمکتا ہوا پائے گا۔ ان میں ایک نام محمد ابراہیم جمونی صاحب کا بھی ہوگا۔

حنیف احمد محمود صاحب

موبائل فون کی سہولت اور مسائل

بیوت الذکر اور جماعتی میٹنگز میں موبائل سیٹ بند کر کے آنا چاہئیے

سائنس اور ٹیکنالوجی کے آج کے دور میں موبائل فون ضروریات زندگی میں شمار ہونے لگا ہے۔ 1980ء کی دہائی میں جب ابھی یہ ابتدائی دور میں تھا۔ اور موبائل فون کا حجم بھی خاصا زیادہ تھا۔ صرف ٹیلیفون کی حد تک استعمال ہوتا تھا۔ اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اتنی سہولتیں اس میں آگئی ہیں کہ ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے شخص کی ضرورت بن کر رہ گیا ہے۔ وہ اسے صرف آواز کے ذریعہ اپنے آپ کو اپنے عزیز واقارب اور دوست احباب سے منسلک نہیں رکھتا بلکہ کاروبار زندگی چلانے کے لئے موبائل ٹیلی فون سے ایک گائیڈ کی طرح راہنمائی لیتا ہے۔ جس میں انٹرنیٹ کی سہولت، موسم کی صورت حال سے لے کر میوزک ویڈیو فلمز مختلف نوع کی تفریح اور مختلف شعبوں میں معلومات تک بہم پہنچاتا ہے۔ اور آئندہ اسے موڈیم (انٹرنیٹ) کے لئے بھی استعمال کیا جا سکے گا۔ جس میں وائرلیس مواصلاتی ٹیکنالوجی بھی شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب سیٹلائیٹ کے ذریعہ موبائل فونز سے ساری دنیا ایک ہو گئی ہے۔ آپ جہاں بھی ہیں اور جس جگہ بھی اس آلہ سے سیٹلائیٹ کے ذریعہ اپنے عزیز واقارب سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

صارفین کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر اب تو انہیں مزید سہولتیں پہنچانے کی خاطر الیکٹرانکس کی مصنوعات تیار کرنے والی کمپنیاں اور ادارے نت نئے چھوٹے سے چھوٹے سیٹ کی تیاری میں کوشاں ہیں۔ موبائل فونز سے زندگی اتنی تیز ہوگئی ہے کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے ساتھ چلنے کے لئے موبائل فون کی ضرورت محسوس کرنے لگا ہے۔ ڈاکٹرز موبائل فون کے ذریعہ ہر وقت Available ہیں۔ انجینئرز ایک موبائل فون کی کال پر آپ کے در پر موجود ہیں آپ کو Visit کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔ موبائل فون کے ذریعہ گھر بیٹھے آپ ان سے راہنمائی لے سکتے ہیں۔ ٹیکسی ایک فون پر آپ کے گھر دستیاب ہے۔ اب تو سبزی فروش، گوشت فروش، پلمبرز اور دیگر چھوٹے پیشہ والے لوگوں نے بھی موبائل رکھے ہوئے ہیں اور گوشت، دالیں، سبزی حتیٰ کہ اگر آپ اپنی جوتی بھی مرمت کروانا چاہتے ہیں موبائل پر اپنے موچی کو گھر بلا کر مرمت کروا سکتے ہیں۔ ایسے بعض صارفین نے تو گھر کے فون نمبر کو بھی کوڈ کے ذریعہ اپنے ہینڈی پر ٹرانسفر کر رکھا ہے اور گھر میں کی گئی کال کو بھی جہاں چاہیں سن سکتے ہیں۔

اخباری دنیا نے تو اس کے استعمال کو کمال تک پہنچا کر دنیا کو حیران کر دیا ہے۔ بالخصوص فوٹوگرافرز نے اس سے خوب استفادہ کیا ہے۔ اخبار ٹائم کے فوٹوگرافر مسٹر سائمن راکر نے ایک انٹرویو میں اپنے تجربات کا ذکر یوں کیا ہے۔ ''میں دنیا میں جہاں بھی ہوتا ہوں اپنے موبائل فون پر انحصار کرتا ہوں برطانیہ میں کار سفر کے دوران کسی مقام پر اپنے موبائل فون کا پلگ لیپ ٹاپ کے ساتھ لگا دیتا ہوں اور ٹائم کے نیوز ڈیسک کو انٹرنیٹ کے ذریعے براہ راست تصاویر بھیجنا شروع کر دیتا ہوں۔ بظاہر یہ کام پیچیدہ نظر آتا ہے مگر اب ہم اس کے عادی ہو چکے ہیں۔ جب تصویر میرے ڈیجیٹل کیمرے میں پہنچ جاتی ہے تو میں اسے اپنی پورٹیبل ڈسک میں محفوظ کر لیتا ہوں پھر میں تصاویر کو ڈاؤن لوڈ کرتا ہوں ان کے کیپشن درج کرتا ہوں اور پھر انہیں موبائل فون کے ذریعہ روانہ کر دیتا ہوں۔ پاکستان، سیرالیون، کویت اور کوسوو میں کام کے دوران میں نے تصاویر بھیجنے کے لئے اپنا ایم 4 سیٹلائیٹ فون بھی استعمال کیا جس کا حجم میرے لیپ ٹاپ سے زیادہ نہیں ہے۔ آپ کسی درخت کے سائے میں بیٹھے ہوں یا اپنے ہوٹل کے کمرے میں ہوں اگر لائن صاف ہے تو آپ کا سیٹلائیٹ کے ساتھ بآسانی رابطہ ہوسکتا ہے۔ سیٹلائیٹ فون کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اگر بجلی موجود نہیں ہے تو اسے کار کی بیٹری سے چلایا جا سکتا ہے۔ کوسوو میں کام کے دوران میں نے ایک جیپ کی بیٹری کی مدد سے اپنی اتاری ہوئی تصاویر بھیجی تھیں۔''

(جنگ سنڈے میگزین 16 مارچ 2003ء صفحہ 20)

ان ڈھیر سارے فوائد کے ساتھ اس آلے کے بعض نقصانات بھی ہیں۔ جن کا تعلق جسمانی نقصانات کے ساتھ ساتھ انسان کی مذہبی دنیا یعنی اس کی روحانیت سے ہے۔ جسمانی نقصانات میں تو اس کے زیادہ استعمال سے کان کے سرطان اور بلڈ پریشر بڑھنے کے خطرات ہر وقت موجود ہیں۔

جہاں تک مذہبی نقصانات کا تعلق ہے۔ اس کی موجودگی بعض اوقات انسان کو عبادات سے دور لے جاتی ہے۔ ہر وقت موبائل فون پر انسان کی